# Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in "Y" Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com



Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License


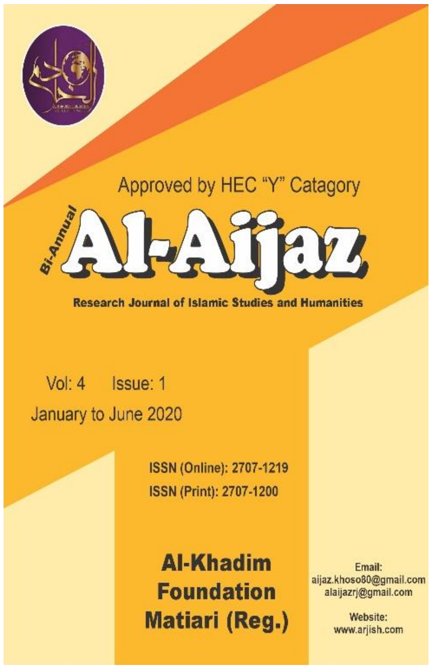


TOPIC:

## Muslim-Non-Muslim Relations in the Abbasid Era of the Subcontinent: A Research Review


AUTHORS:

1. Munazza Haya, Assistant Professor, Department of Uloom Islamiya, Bahaudin Zakariya University, Multan.
Email: munazza.farhan@hotmail.com, ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-9128-2071
2. Naeem Badshah, Chairman, Department of Islamiyat, Agriculture University, Peshawar.
3. Dost Muhammad, Lecturer, Department of Arabic Islamiya College University, Peshawar.



**How to cite:**

Hayat, M., Badshah, N., & Muhammad, D. (2020). U-12 Muslim-Non-Muslim Relations in the Abbasid Era of the Subcontinent: A Research Review. Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities , 4(1), 165-180.

https://doi.org/10.53575/u12.v4.01.165-180

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/106

QR Code

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 165-180

Published online: 2020-06-30

# برّصغیر کے عباسی عہد میں مسلم وغیر مسلم تعلقات: ایک تحقیقی جائزہ

## Muslim-Non-Muslim Relations in the Abbasid Era of the Subcontinent: A Research Review

Munazza Hayat*
Naeem Badshah**
Dost Muhammad***

**Abstract**

The era of the Abbasid Caliphate (750 -1258AD) is a period of cultural rise of Muslims. Although the Abbasid Caliphate was less extensive than the Umayyad Caliphate, the Abbasid Caliphate was still the largest political entity in the world. In this era the five independent governments of Subcontinent, are particularly noteworthy: 1. Daulat Mahaniya Sanjan (Subcontinent) 2. Habariya, Mansura (Sindh) 3. Daulat Samia Multan (Punjab) 4. Makran 5. Turan.In addition to these five permanent governments, some of them were permanent rulers who belonged directly to the Caliph of Baghdad. But their status was no more than that of big landowners and feudal lords. The article aims to analyze Muslim and non-Muslim relations, during the Abbasid's rule in Subcontinent in historical context. During this era the government did not intervene in the people's affairs. Any disputes or problems relating to the law were referred to the judge but this Islamic rule was only restricted to the Muslims. The non-Muslims were not bound to follow it. Every place had its own local meeting which would deal with any case according to its own rules and customs. Hence, they could design and implement their own law. In short the Muslim ruling period of Sub-continent provides a practical base in the way of Muslim, non- Muslim relation in present age.

**Keywords:** Subcontinent, Abbasid Period, Muslim-non-Muslim Relations, Analytical Study.

عباسی خلافت (132ھ۔656ھ)(750ء۔1258ء)کا عہد مسلمانوں کے تمدنی اور ثقافتی عروج کا دور ہے۔ عباسی خلافت اگرچہ بنی امیہ کی خلافت کے مقابلہ میں کم وسیع تھی( اندلس اور مراکش حکومتیں عباسیوں کے دائرہ اثر سے باہر تھیں) لیکن اس کے باوجود عباسی خلافت دنیا کی سب سے بڑی سیاسی وحدت تھی۔ عبداللہ بن محمد جو ابوالعباس سفاح (132ھ۔136ھ) (750ء۔754ء) کے نام سے مشہور ہوا، پہلا عباسی خلیفہ ہے اس نے چار سال حکومت کی۔اس کا سارا زمانہ مخالفین کو دبانے اور نئ حکومت کو مضبوط بنانے میں گزرا۔ ابوالعباس اگرچہ پہلا عباسی خلفہ ہے لیکن عباسیوں کا پہلا مشہور حکمران اس کا بھائی ابو جعفر منصور (136ھ۔158ھ) (754ء۔775ء) ہے جو سفاح کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا۔ منصور نے کل بائیس برس حکومت کی اور خلافت عباسیہ کو مضبوط کیا۔ منصور کا بڑا کارنامہ بغداد شہر کی بنیاد ہے۔ منصور کے عہد حکومت میں عباسیوں کی حکومت اندلس کو چھوڑ کر ان تمام علاقوں میں قائم ہو گئی جو بنی امیہ کے قبضہ میں تھے۔ منصور نے اندلس پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی اور وہاں ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن نے

* Assistant Professor, Department of Uloom Islamiya, Bahaudin Zakariya University, Multan. munazza.farhan@hotmail.com, ORCID ID (0000-0001-9128-2071)
** Chairman, Department of Islamiyat, Agriculture University, Peshawar.
*** Lecturer, Department of Arabic Islamiya College University, Peshawar.

بنی امیہ کی حکومت قائم کرلی۔ زیر نظر مقالہ میں برصغیر کے عباسی دور میں مسلم و غیر مسلم تعلقات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے یہاں کے نظام کو درست کیا اور اندرونی بغاوتوں کو ختم کر کے بنوعباس کے حق میں عوام کو قائل کیا۔ نیز اس نے گجرات کے ایک مرکزی مقام باربد (بھاڑ بھوت ضلع بھڑوچ) کی طرف بحری مہم روانہ کی اور یہاں کی مشہور بندرگاہ گندھارا ضلع بھڑوچ پر قبضہ کیا۔ ہشام بن عمرو تغلبی نے عمرو بن جمل کو بحری بیڑے کے ساتھ باربد روانہ کیا، نیز اسی مہم میں عمرو بن جمل جنگی جہازوں کو لے کر گندھارا آیا اور اسے فتح کر کے وہاں کا بت خانہ مسمار کروا دیا اور اس کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔[1] اس دور میں عبادت خانے محض عبادت خانے نہ تھے بلکہ ان کی جنگی اہمیت بھی ہوتی تھی۔ اس لیے فتوحات میں نشانہ بنتے تھے۔ جہاں تک اس کی جگہ مسجد کی تعمیر کا تعلق ہے تو شرعی طور پر یہ محل نظر ہے۔ غالباً اس مقام پر مسجد کی تعمیر کو اس کی جگہ تعمیر کرنے کا نام دیا گیا ہے اور مقامی باشندوں کا عرب حکمرانوں سے قربت کا تعلق بھی بتاتا ہے کہ ان کے درمیان مذہبی عداوت و نفرت کا رشتہ نہیں تھا۔

عباسی حاکم ہشام بن عمرو تغلبی نے سندھ کے بعد ہندوستان کے کئی علاقوں کا فتح کیا۔ اس دور کی یہ فتوحات مقامی باشندوں کے عقیدہ و خیال میں خیر و برکت کا باعث ہوئیں اور انہیں عرب فاتحین سے نفرت کی بجائے محبت کی فضا پیدا ہو گئی۔ بلاذری کے مطابق " فاخصبت البلاد فی ولايته فتبركوا به"[2] "یہ مقامات بلاد ہشام کے دور حکومت میں زرخیز ہوگئے اور لوگوں نے اسے بابرکت سمجھا" لیکن ابھی گجرات کی یہ فتوحات مکمل نہیں ہوئیں تھیں لہٰذا مہمات کا سلسلہ جاری رہا۔[3] خلیفہ ابو جعفر منصور کی وفات کے بعد اس کے بیٹے مہدی (158ھ۔169ھ)(775ء۔786ء) نے گجرات کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہوئے سندھ کے عباسی عمال کی بجائے خود بغداد سے ایک مہم عبد الملک بن شہاب مسمعی کی سرپرستی میں باربد (بھاڑ بھوت) روانہ کی۔ دس ہزار سپاہیوں کے لشکر نے باربد پر حملہ کر کے اسے 160ھ/777ء میں فتح کرلیا۔ لیکن واپسی پر اسلامی فوج کو ایک وبائی مرض اور سمندری طوفان کی وجہ سے بھاری نقصان برداشت کرنا پڑا جس کی وجہ سے ہندوستان پر مستقبل میں حملوں کا خیال قدرتی طور سے حوصلہ افزا نہیں رہا اور پھر اس زمانہ میں سندھ کے اندرونی فتنوں کی وجہ سے ادھر توجہ نہیں دی گئی۔ [4]

**ہندوسندھ کی خود مختار حکومتیں**

ہندوسندھ کی آزاد خود مختار حکومتوں میں پانچ خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

1۔ دولت ماہانیہ سنجان (ہند)(198ھ۔227ھ/814ء۔842ء) 30 سال

2۔ دولت ہباریہ منصورہ (سندھ)(247ھ۔416ھ/862ء۔1026ء)170 سال

3۔ دولت سامیہ ملتان (پنجاب)(280ھ۔370ء/884ء۔1078ء)75 سال

4۔ دولت معدانیہ تیز (مکران) (340ھ۔471ھ/952ء۔1079ء)130 سال

5۔ دولت متغلبہ قصدار (طوران)(340ھ۔471ھ/952ء۔1079ء) 130 سال

ان پانچ مستقل حکومتوں کے علاوہ ان میں سے بعض ایسے مستقل حکمران تھے جو براہ راست خلیفہ بغداد سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن ان کی حیثیت بڑے زمیندار اور جاگیر دار سے زیادہ کی نہیں تھی، جیسے مطہر بن رجاء صاحب مشکی علاقہ مکران 952ء /340ھ اور ابل حکمران علاقہ طوران۔ الغرض دولت ماہانیہ سنجان کے قیام 814ء /198ھ سے لے کر دولت معدانیہ مکران اور دولت متغلبہ طوران کے خاتمہ 1079ء/471ھ تک کی درمیانی مدت جو کم و بیش پونے تین سو سال ہے۔ ہندوستان میں عرب حکمرانوں کی حکومت کا زمانہ ہے جس میں خلافت عباسیہ کی زیر نگرانی ان حکومتوں کا قیام ہوا۔ اس مدت میں ان حکومتوں نے ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے لیے زمین ہموار کی اور ہندوستان کو اسلامی دنیا کا ایک خاص جزو بنایا۔[5]

1۔ دولت ماہانیہ سنجان (ہند) (198ھ۔227ھ/814ء۔842ء)

دولت ماہانیہ کا بانی فضل بن ماہان بنو سامہ کا غلام تھا۔ یہ عملان کے وہی بنو سامہ ہیں جن کے تاریخ اسلام میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اس قبیلہ کے ایک فرد محمد بن قاسم سامی نے معتضد (279ھ۔286ھ/893ء۔900ء) کے دور میں عملان میں خوارج اور روافض کی قوّت ختم کر کے سنّی حکومت قائم کی جو اس خاندان میں (317ھ/929ء) تک قائم رہی۔ اسی محمد بن قاسم سامی نے اسی دوران ملتان فتح کر کے یہاں بھی اپنی حکومت قائم کی اور دونوں حکومتوں میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بنو سامہ خاندان کے ایک غلام فضل بن ماہان نے ان سے ساٹھ سال پہلے ہندوستان کی ایک دور دراز جگہ میں اپنی حکومت قائم کی۔ یہ وہ دور تھا جبکہ بنو سامہ موصل میں بنو ثعلبہ کے خلاف لڑ رہے تھے۔ خود بنو سامہ کے ملک عمان میں حالات خراب تھے۔ خوارج اور قرامطہ سے مقابلہ کیا جارہا تھا اور سندھ میں قبائلی عصبیت اور اور اقتدار و غلبہ کی جنگ چل رہی تھی۔ لہٰذا فضل بن ماہان نے اس کٹھن دور میں دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ہندوستان کے شہر سندان کی طرف چلا اور یہاں خود مختار حکومت قائم کر کے اپنے آقاؤں سے پہلے ہندوستان میں حکومت بنائی اس کے بہت بعد خود بنو سامہ کو عملان اور ملتان میں اقتدار ملا۔[6]

سندان کی دولت ماہانیہ میں صرف تین حکمران گزرے ہیں:

1۔ فضل بن ماہان مولی بنو سامہ
2۔ محمد بن فضل بن ماہان
3۔ ماہان بن فضل بن ماہان

فضل بن ماہان[7] کے وفات کے بعد اس کے بیٹے محمد بن فضل نے حکومت سنبھالی اس کے بارے میں بلاذری کا یہ بیان ملتا ہے کہ جب فضل بن ماہان کی وفات ہوئی تو اس کا بیٹا محمد بن فضل بن ماہان جانشین ہوا۔ اور ستّر جہازوں کا بحری بیڑا لے کر ہندوستان کے سمندری ڈاکوؤں کے خاتمے کے لیے نکلا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو ختم کیا۔ پھر پالی (پالی تھانہ، سوراشٹر) کو فتح کیا لیکن جب وہ سندان واپس آیا تو اس کا بھائی ماہان بن فضل بن ماہان حکومت پر قبضہ کر چکا تھا۔ اور عباسی خلیفہ معتصم باللہ سے تعلق پیدا کر کے خط و کتابت کا سلسلہ قائم کیے ہوئے تھا۔ لیکن

ہندوستان کے لوگ اس کے بھائی محمد بن فضل کے طرفدار تھے اس لیے انہوں نے ماہان بن فضل کو پھانسی دے دی اور اس کے بعد اہل ہند سندان پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے وہاں کی جامع مسجد کو مسلمانوں کے لیے چھوڑ دیا تاکہ اس میں وہ باجماعت نماز اور جمعہ پڑھیں اور خلیفہ کے لیے دعا کریں۔[8] محمد بن فضل کے کارناموں کے مقابلہ میں اس کے بھائی ماہان کی یہ بغاوت سندان کی خود مختار حکومت کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوئی یوں سندان سے دولت ماہانیہ ختم ہو گئی۔[9]

**ماہانی حکومت میں مسلم و غیر مسلم تعلقات**

سیاست و حکومت سے ہٹ کر عام ہندوؤں اور ان کے راجوں نے ہمیشہ مسلمانوں کا پورا پورا خیال رکھا۔ چنانچہ سندان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد بھی وہاں کی جامع مسجد مسلمانوں کے حوالے کر دی گئی تاکہ وہ حسب سابق آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔[10] یہاں کے راجوں نے مسلمانوں کے دینی امور کے لیے ایک مستقل محکمہ بنایا جسے ہنرمن (ہنرمند) کہتے تھے اس منصب پر صرف مسلمان ہی مقرر کیا جاتا تھا اور اس کا فیصلہ راجہ کا فیصلہ تصور کیا جاتا تھا۔ یاقوت حموی نے مملکت بلہرا کے بیان میں لکھا ہے کہ چیمور اور کنامہ (کنبائت یا کتیانہ) میں بلہرا کی طرف سے مسلمانوں کا حاکم مسلمان ہی ہوتا ہے جن شہروں میں مسلمان رہتے ہیں۔ بزرگ بن شہریار نے تھانہ کا ایک واقعہ درج کیا ہے کہ ایک مسلمان نے کسی بت خانہ میں جا کر کوئی غلط حرکت کر دی تو وہاں کے راجہ نے اسے پکڑ کر مسلمان ہنرمن کے پاس بھیج دیا اور کہا کہ جو آدمی کعبہ میں جا کر یہ گستاخی کرے اور آپ اسے جو سزا دینا چاہیں وہی سزا اس مجرم کو ملنی چاہیے۔ سو وہاں کے مسلمان ہنرمن نے اس پر اپنا بے لاگ فیصلہ جاری کیا ہندوستان کے قدیم مہاراجے بغداد کے خلیفہ اسلام کو دنیا کے تمام حکمرانوں سے زیادہ قابل عزت سمجھتے تھے ۔اسی طرح ان کی عوام بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی۔ پس جب عباسی دور میں سندھ کے عامل ہشام بن عمرو تغلبی کی طرف سے عمرو بن جمل نے بھاڑ بھوت گندھارا کو فتح کر کے یہاں مسجد تعمیر کی تو مقامی ہندوؤں نے اسے اپنے لیے اچھا سمجھا۔ اس وقت وہاں کی پیداوار میں اضافہ ہوا جس سے یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کی حکومت کو اپنے لیے برکت سمجھا۔ سلیمان تاجر نے سندان کی ماہانی حکومت کے خاتمے کے دس سال بعد ہندوستان اور چین کا تجارتی سفر کیا، وہ اپنے سفر میں لکھتا ہے کہ راجہ بلہرا (بلہرا ہر راجہ کا لقب ہوتا ہے کسریٰ وغیرہ کی طرح) ہندوستان کے راجوں میں سب سے شریف ہے۔ ہندوستان کے راجوں میں راجا بلہرا اور اس کی عوام سے زیادہ کوئی اور آدمی عربوں سے اتنی عقیدت نہیں رکھتا۔ (کیونکہ بلہرا جیسی شاندار غیر مسلم حکومت نے اپنے علاقے میں اسلامی اقتدار کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا اور اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا اسی وجہ سے ماہانیوں نے سندان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔[11]

**2۔ دولت ہبّاریہ منصورہ (سندھ) (247ھ۔416ھ/861ء۔1026ء)**

(247ھ/861ء) میں خلیفہ متوکل کے قتل ہونے کے بعد فتنہ کے ابتدائی دور میں سندھ پر عمر بن عبدالعزیز منذر ہباری نے قبضہ کر کے منصورہ میں اپنی حکومت قائم کر لی اور خلافت عباسیہ کے نام کا خطبہ جاری کر دی۔ااور ہمیشہ خلیفہ معتصم کے والی عبنسہ بن اسحاق ضبی کے ماتحت رہ کر عباسی خلافت کا وفادار رہا۔ لیکن یہ ماتحتی صرف نام کی تھی اور اس حکومت کو ہر طرح کی داخلی و خارجی خود مختاری حاصل تھی۔

اس خاندان میں کئی ایسے کامیاب حکمران گزرے ہیں جنہوں نے سندھ کی بغاوتوں کو ختم کیااور ملک میں امن وامان کی فضا پیدا کی۔[12]
گو عمر بن عبدالعزیز نے اپنامرکز منصورہ کو بنایاجو کہ اس وقت اموی اور عباسی دور میں عمال وحکام کا مرکز تھا۔لیکن وہ خود اپنے آبائی وطن بانیہ میں ہی رہتا تھاجو منصورہ سے تھوڑے فاصلے پر جنوب میں واقع تھا۔اس نے اپنے زمانہ میں ایک کامیاب اور شاندار حکومت کی، پورے سندھ میں امن وامان قائم کیاعوام میں مقبول ہوا۔ خراج اور ٹیکس وصول کیے اور اسی کی نسبت سے منصورہ کے حکمران بعد میں بنو عمر بن عبدالعزیز کے لقب سے مشہور ہوئے۔[13] عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد اس کا بیٹاعبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز(270ھ/883ء)میں حکومت کا وارث ہوا۔اس نے اپنے والد کی طرح پورے سندھ پر کامیاب حکومت کی۔اس وقت کے قریب ہمسایہ علاقوں کے راجوں، مہا راجوں میں اس کی بڑی عزت تھی اس کے دربار میں علماء، فضلاءادباءاور شعراءرہا کرتے تھے۔[14]
ہباری حکومت سے پہلے پور علاقہ سندھ میں بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ شورشیں ابھر رہی تھیں لیکن ہباری حکومت نے آتے ہی حالات تبدیل کر دیئے۔جو مسلمان پہلے دور کی ابتری میں اپناگھر بار یہاں سے چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ اپنے گھروں میں واپس آگئے اور حدود منصورہ میں واقع سندھ کی جو ہندوریاستیں نافرمانی پر آمادہ تھیں وہ بھی مرکز منصورہ سے وابستہ ہو کر فرمانبردار بن گئیں۔الور جیسی عظیم الشّان ہندو حکومت منصورہ کی اطاعت میں آگئی۔ابن حوقل اپنے مشاہدات کی روشنی میں دولت ہباریہ [15] کے حکمرانوں کے عدل وانصاف کے متعلق یوں ذکر کرتا ہے کہ ہباری حکمرانوں نے ملکی انتظام میں وہ قابلیت دکھائی جس نے عوام کے دلوں کو ان کی طرف کھینچ لیا۔اور وہ دوسرے حکمرانوں کے مقابلے میں ہباریوں کو چاہنے لگے، وہاں خطبہ عباسی خلفاء کا جاری رہا۔[16] ابن حوقل کے یہ الفاظ منصورہ کی ہباری حکومت کے حسن انتظام کو ظاہر کررہے ہیں، یہی سبب ہے کہ (247ھ۔416ھ/862ء۔1026ء)تک کی 169 سالہ مدت حکومت میں کسی چھوٹی بڑی شورش کا ذکر نہیں ملتا۔[17]

دولت ہبّاریہ کا سرکاری مذہب داؤدی ظاہری تھا،سندھ کی زیادہ تر عوام غیر مسلم اوربت پرست تھی۔لیکن ہباریوں کے حسن انتظام کی وجہ سے سب لوگ خوش تھے۔ان کو اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہو گئیں بلکہ بعض راجوں نے براہ راست اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ 259ھ/837ء میں سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا جس نے کعبہ کے لیے سونے کا ایک طوق تحفتاً بھیجا۔راجہ نے یہ تحفہ کعبہ کے خدام کے پاس بھیجا تو انہوں نے خلیفہ معتمد کو اس بارے میں آگاہ کیا۔ معتمد نے اس تحفہ کو دوسرے تحائف کے ساتھ کعبہ میں آویزاں کرنے کی ہدایت کی ۔یوں اسے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا گیا۔[18] اسی طرح الور کے راجہ مہروق بن رائق نے (270ھ/884ء)میں سلطان منصورہ عبداللہ بن عمر ہباری کو لکھ کر ایک عالم وفاضل کے ذریعہ اسلام اور قرآن کو سمجھااور درپردہ اسلام لایا۔[19]

### ہبّاری حکومت میں مسلم وغیر مسلم تعلقات

چوتھی صدی ہجری میں دنیائے اسلام میں چار مذاہب ماننے والے ذمی کہلاتے تھے۔یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابئی یہ سب فرقے مسلم

حکومتوں میں ہر قسم کے شہری، شخصی، اجتماعی اور مذہبی حقوق میں برابر کے شریک تھے۔انہیں اپنے مذہبی فرائض کی بجاآوری میں آزادی حاصل تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے مقابلہ میں ان مسلم حکمرانوں کو ترجیح دیتے تھے اوران سے خوش رہتے تھے۔ بلکہ گجرات و سوراشٹر کے مہاراجگان بلہرا اوران کے عوام مسلمانوں سے بہت محبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان مسلمانوں کی عزّت کے سبب ہمارے راجوں مہاراجوں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں۔ ہبّاری حدود و مملکت کے ہندو حکمران مسلمانوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام سے عقیدت رکھتے اوران میں سے بعض نے اسلام قبول کیا۔[20] سندھ میں صابئ یعنی بت پرست کفار کافی زیادہ تھے اور پورے ملک میں ان کی اکثریت تھی۔ مقدسی نے مختلف اسلامی اقلیموں کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ سندھ کی خصوصیات میں وہاں کفّار کی کثرت بھی شامل ہے۔[21]

ہبّاری حدود مملکت میں ہندوؤں کے کسی بڑے بت خانہ کا ذکر نہیں ملتا۔ دیبل کا بت خانہ محمد بن قاسم کے حملہ کے وقت ختم ہو چکا تھا البتہ ملتان اور بھیرا میں بڑے بت خانہ تھے جن کی پوجا کے لیے پورے ہندوستان سے ہندو جاتے تھے۔ ان میں سندھ کے ہندو بھی شامل تھے۔ لیکن ہباریوں نے کبھی بھی ان کے اس مذہبی کام میں رکاوٹ نہیں ڈالی تھی۔[22] مقدسی نے لکھا ہے کہ میں نے ایک ایسے مسلمان سے ملاقات کی ہے جو کہ بتوں کی پوجا کرتے ہوئے اسلام سے مرتد ہو گیا تھا اور جب تک سندھ میں رہا بتوں کی پوجا کرتا رہا لیکن جب نیشاپور واپس گیا تو توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گیا۔[23]

اس واقعہ سے اگر ایک طرف اس مسلمان کے ایمان کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ہبّاری حکمرانوں کی وسیع المشربی اور مذہبی رواداری کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ایک مرتد کو بھی اپنے ملک میں بت پرستی کی آزادی دے رکھی تھی۔ جو کہ اسلامی نقطہ نظر کے سخت خلاف تھی ان کے ہاں محکمہ قضا موجود تھا، شرعی حدود جاری ہوتی تھیں اگر وہ اسلام کے قانون ارتداد کی رو سے اس مرتد کو سزا دیتے تو انہیں کوئی نہیں روک سکتا تھا لیکن انہوں نے رو داری سے کام لیا اور اسی رواداری اور حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ یہاں کے راجے مہاراجے تک اسلام قبول کر کے اس کی خدمت کرتے تھے۔

(270ھ/883ء) میں نہ صرف اسلام کی اشاعت کشمیر اور پنجاب میں ہونے لگی تھی بلکہ باہر سے آنے والے یہ مسلمان یہاں کی زبان بھی سیکھ چکے تھے۔ یہاں تک کہ قران کریم کی ہندی میں تفسیر بھی لکھی جانے لگی تھی اور شعر و شاعری بھی کی جانے لگی تھی گویا مسلمانوں اور مقامی باشندوں کے درمیان ربط وادغام سے تہذیب و معاشرت کی یکسانیت کے ساتھ ساتھ زبان کی یکسانی بھی پیدا ہو چلی تھی۔ کتاب عجائب الہند کی روایت ہے کہ کشمیر کے ایک راجا کی فرمائش سے قرآن مجید کی پہلی تفسیر مقامی زبان میں لکھی گئی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں سندھ کے باہر تک اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا تھا۔[24]

### 3۔ دولت سامیّہ ملتان (280ھ-370ء/884ء-1078ء)

محمد بن قاسم بن منبہ سامی نے ملتان میں اپنی خود مختار حکومت قائم کی۔ اس نے بنو سامہ کو ایک ہی زمانہ میں دو ملکوں کا حکمران بنایا۔ ان میں

ملتان کے سامی حکمران بنو منبہ کہلائے۔ محمد بن قاسم نے ملتان میں سامی حکومت قائم کر کے اسے بھی مرکز خلافت سے منسلک رکھا اور عباسی خلفاء کے نام کا خطبہ جاری رکھا۔ ملک سے تمام خرابیوں کو دور کیا قرب وجوار کے ہندو راجوں سے جنگ کر کے ان کی طاقت توڑی اور اپنی ساکھ قائم کی۔ محمد بن قاسم سامی کے ساتھ بنو سامہ کی ایک بڑی تعداد یہاں کے نظم ونسق میں شریک تھی۔[25]

ملتان میں سامی حکومت کا تذکرہ سب سے پہلے ابن رستہ نے کیا ہے۔ یہ جغرافیہ نویس (280ھ/894ء) میں موجود تھا اس کا بیان ہے کہ ملتان میں ایک قوم ہے جو خود کو سامہ بن لوئی کی اولاد سے بتاتی ہے، انہیں وہاں بنو منبہ کہا جاتا ہے۔ یہی لوگ ہندوستان میں ملتان پر حکمران ہیں۔ یہ امیر المومنین کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ملتان منصورہ سے ملا ہوا سندھ کا علاقہ ہے اور ملتان میں ایک بت خانہ ہے جس کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ بنو منبہ کی دولت اس بت خانہ کی آمدنی سے ہے اور اس کہ آمدنی بے حساب ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے راجے بنو منبہ سے جنگ کے لیے ملتان پر بھاری فوج لے کر چڑھ آتے ہیں تو بنو منبہ ان سے جنگ کر کے اپنی خوشحالی وطاقت اور مالداری کی وجہ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔[26]

محمد بن قاسم نے عملان اور ملتان میں تقریباً ایک وقت (279ھ۔286ھ/893ء۔900ء) میں اپنی حکومت قائم کی، اور دونوں حکومتیں کامیابی سے ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ ابن رستہ (280ھ/893ء) کے وقت ملتان کی سامی حکومت کافی مضبوط تھی اور منظم انداز میں چل رہی تھی۔ یہاں کے حکمران بنو منبہ کے امتیازی لقب سے یاد کیے جا رہے تھے۔ ابو دلف نے ملتان کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہاں کی جامع مسجد بت خانہ کے قبہ سے ملی ہوئی ہے اور ملتان میں اسلامی شان ظاہر وغالب ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی عام ہے۔[27] مسعودی نے ملتان کا ذکر بیان کرتے ہوئے اس بت خانے کے بارے میں لکھا ہے کہ ملتان کے حاکم کی سب سے بڑی آمدن کا ذریعہ وہ بت خانہ ہے جس پر نہایت قیمتی نذریں چڑھائی جاتی ہیں۔ اور جب ہندوستان کے راجے مہاراجے ملتان پر حملہ آور ہوتے ہیں اور مسلمان ان کے مقابلہ سے عاجز آجاتے ہیں تو وہ اس بت کو توڑنے اور اس کی آنکھ پھوڑنے کی دھمکی دیتے ہیں جس سے دشمنوں کی فوج مجبوراً واپس چلی جاتی ہے۔ میں (300ھ/910ء) کے بعد ملتان گیا اس وقت وہاں بادشاہ ابواللباب منبہ بن اسد قریشی تھا۔[28]

ملتان میں بنو سامہ نے جن ناسازگار حالات میں حکومت قائم کی تھی اس کے لیے جنگی طاقت کا مضبوط ہونا بہت ضروری تھا۔ ملتان کے بت خانوں پر مسلمانوں کے قبضے نے ہندو راجاؤں کو بے چین کیا ہوا تھا۔ خاص طور پر قنوج کے راجے ملتان کی سامی حکومت سے مختلف اوقات میں مقابلے کیے رکھتے تھے لیکن سامی حکومت نے کے جنگی دفاع مضبوط ہونے کی وجہ سے ایک دفعہ قنوج کی فوج کو اس طرح سے شکست ہوئی کہ وہ ملتان کے ماتحت ہو گیا اور عملاً اسلامی عملداری کا جزو بن گیا۔ چنانچہ مسعودی نے (303ھ/916ء) میں قنوج کے ملتان کی اطاعت میں آنے کا تذکرہ کیا ہے۔[29]

قنوج کے ملتان کی قلمرو میں شامل ہونے کے سبب اس کے تمام علاقے بھی ملتان سے وابستہ ہو کر اسلامی حدود میں شامل ہو گئے۔ حدود قنوج میں مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیاں تھیں جن میں لاہور کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے شہروں میں

لاہور بہت بڑا شہر ہے۔ قنوج کی ملتان کی حکومت کے الحاق کے بعد یہاں کے راجوں کے ملتان کے سامی حکمرانوں سے تعلقات نہایت اچھے ہو گئے اور پرانی دشمنی نہ صرف ختم ہو گئی بلکہ ملکی اور سیاسی تعلقات کے ساتھ ساتھ مذہبی اور جذباتی تعلقات بھی مضبوط ہو گئے۔[30]

الاصطخری کے بیس سال بعد ابن حوقل بغدادی (358ھ/969ء) نے اپنی کتاب میں ملتان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملتان کے باہر نصف فرسخ پر امیر کی لشکر گاہ ہے یہ امیر سامہ بن لوئی بن غالب کی اولاد سے ہے اور وہ کسی کی ماتحتی میں نہیں ہے بلکہ بنی عباس کا خطبہ پڑھتا ہے۔[31]

## سامی حکومت میں مسلم وغیر مسلم تعلقات

سلاطین ملتان کی حکومت میں قنوج کی قدیم غیر مسلم حکومت ایسے ہی تھی جیسے الور کی۔ قدیم ہندو حکومت سلاطین منصورہ کی اطاعت میں تھی۔ ان دونوں مقاموں کے راجے اپنے مرکز کی ماتحتی میں حکومت کرتے تھے لیکن مسلمانوں کا حاکم الگ ہوا کرتا تھا جو ان کے تمام معاملات دینی اور دنیوی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ جس طرح مہاراجگان بلہرا کی حکومت میں ان کی طرف سے تھانہ، چیمور، سوپارہ وغیرہ میں مسلمان حاکم و قاضی مقرر ہوا کرتا تھا جسے ہنرمن (ہنرمند) کہتے تھے اور جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔[32] ملتان سے متصل غیر مسلم حکومت قنوج میں جو کہ ملتان کی اطاعت وامان میں تھی مسلمان نہایت اچھے طریقے سے رہتے تھے۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ قنوج میں قدیم زمانہ سے مسلمان آباد ہیں ان کی عام غذا گیہوں ہے جبکہ تمام اہل قنوج چاول کھاتے ہیں۔ گوشت بہت سستا ملتا ہے یہاں پر مسلمانوں کا علیحدہ حاکم ہے اور یہاں علمائے اسلام اور محترم شخصیتیں ہیں۔[33]

ملتان کی آبادی کی اکثریت غیر مسلموں پر مشتمل تھی۔ مسلمان زیادہ تر مرکزی شہروں میں رہتے تھے لیکن پورے سامی عہد حکومت میں غیر مسلموں پر کسی زیادتی کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی ان کی طرف سے کسی معاندانہ سرگرمی کا پتہ چلتا ہے گو کہ قریبی علاقوں کے راجے خاص طور پر مہاراجگان قنوج کی لڑائی شروع میں بنو منبہ سے رہا کرتی تھی لیکن اس کی حیثیت صرف سیاسی نوعیت کی تھی۔ یہاں کے غیر مسلم مکمل آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے تھے اور پوری آزادی سے اپنے مذہب پر قائم تھے۔ ملتان میں چھوٹے چھوٹے بت خانوں کے علاوہ تین بڑے بت خانے تھے جن میں پورے ملک کے ہندو اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایک تو ملتان ہی کا وہ بت خانہ جو تمام ہندوستان کے ہندوؤں کا مرجع تھا اور دوسرے دو بت خانے بھیروا میں تھے بنو سامہ ملتان کے بت خانہ کی آمدنی سے وہاں کے خدمت گاروں کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے۔[34]

## 4۔ دولت معدانیہ مکران (340ھ۔471ھ/952ء۔1079ء)

مکران اور سندھ سے مسلمانوں کا تعلق خلافت راشدہ میں استوار ہو چکا تھا اور دور فاروقی میں مسلم فاتحین یہاں آچکے تھے۔ لیکن باقاعدہ داخلہ اموی دور میں ہوا۔ کہ زیاد بن ابی سفیان نے دور معاویہ میں بنو ہذیل کے ایک مجاہد سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو ان اطراف کا حاکم بنا کر بھیجا اور انہی کے ہاتھوں مکران فتح ہوا۔ بلاذری لکھتا ہے کہ سنان نے مکران کو طاقت کے ذریعے فتح کیا اور اسے آباد کر کے وہیں رہائش اختیار کی

اور ملکی انتظامات کیے۔[35]

چوتھی صدی ہجری کے درمیانی عرصہ میں مکران[36] کے حالات تبدیل ہوگئے اور ایک شخص عیسیٰ بن معدان نے اقتدار حاصل کرکے اپنی حکومت قائم کرلی جسے مقامی لوگ مہراج (شہنشاہ) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔[37] عیسیٰ بن معدان مکران کا مورث اعلیٰ ہے۔ یاقوت حموی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مکران پر 340ھ کی حدود میں قابض ہوگیا۔[38]

پانچویں صدی کے شروع میں مکران کے دوسرے حاکم معدان نامی کا ذکر ملتا ہے جو مکران کے دارالسلطنت تیز میں رہتا تھا۔ 1031ء میں اس نے وفات پائی[39] دولت معدانیہ مکران کا تیسرا حکمران عیسیٰ بن معدان بن عیسیٰ بن معدان تھا۔ یہ ایک بہادر حکمران تھا لیکن اسے زیادہ دن حکومت کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ (422ھ/1031ء) میں عیسیٰ بن معدان کے قتل کے بعد اس کا بھائی ابوالعساکر حسین بن معدان بن عیسیٰ بن معدان حکمران بنا۔ اس کی کنیت ابوالعساکر اور نام حسین تھا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ (422ھ/1031ء) میں ابوالعساکر نے ملک پر اپنی حکومت قائم کرکے سلطان مسعود غزنوی کے نام کا خطبہ پڑھا۔[40]

مکران کے معدنی حکمرانوں میں ان چار حکمرانوں کے نام ملتے ہیں۔ ابوالعساکر حسین بن معدان کے زمانہ میں (471ھ/952ء) میں غوری سلطنت نے مکران پر قبضہ کرلیا۔ دولت غزنویہ (366ھ/977ء) میں شروع ہوئی اور 213 سال تک قائم رہنے کے بعد ختم ہوگئی۔ مختصر یہ کہ دولت معدانیہ مکران 340ھ/952ء کی حدود میں قائم ہوئی اور 471ھ/1079ء میں سلطان غیاث الدین کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔[41]

مکران کے لوگ عام طور پر گندمی رنگ کے تھے۔ عام مسلمان خارجی عقیدہ کے تھے اس دور میں مسلمانوں میں قابل ذکر علمی اور دینی زندگی کا ذوق نہیں تھا، زبان فارسی، مکرانی اور بلوچی تھی۔ طرز زندگی عام طور سے ہندوانہ تھا یہاں تک کہ وہ ہندوؤں کی طرح کان بھی چھدواتے تھے۔[42]

### 5۔ دولت متغلبہ طوران (340ھ-471ھ/952ء-1079ء)

952ء/340ھ کی حدود میں مغیرہ بن احمد نامی ایک شخص نے طوران پر قبضہ کرکے خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری کردیا۔[43] مغیرہ بن احمد کے بعد طوران میں بصرہ کا ایک آدمی ابوالقاسم نامی حکمران ہوا جو حکومتی صلاحیتوں کے نہ ہونے کے باوجود بادشاہ، قاضی اور فوجی افسر سب کچھ تھا۔[44] ابوالقاسم کا مغیرہ بن احمد سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ اس نے بھی خود طوران پر اپنا اقتدار جما کر حکومت قائم کی تھی۔ 471ھ/1079ء میں غیاث الدین غوری کے ہاتھوں طوران کی حکومت کے خاتمہ کا حال ملتا ہے۔ ابن خلدون کے مطابق 471ھ/1079ء میں غیاث الدین غوری، خلجی اور خراسانی فوجوں کو لے کر پہلے غزنی گیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر کرمان وشنوران (مکران وطوران) پر قبضہ کیا۔ یہ کرمان غزنی اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے پھر غیاث الدین یہاں سے لاہور گیا۔[45]

طوران کے سلاطین کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع سے آخر تک ان کے یہاں نہ کوئی ذمہ دار حکومت تھی اور نہ کوئی باقاعدہ حکمران تھا

۔بلکہ اس کٹھن علاقہ میں جس فرد کا بس چلتا تھا وہ اپنی حکومت قائم کر لیتا تھا۔یہاں کے متغلبین کے دو دور ہیں ایک وہ جس میں رؤسائے عرب قندابیل پر قابض ہوگئے۔جنہیں عمران بن موسیٰ برمکی نے ختم کیا اور اس کے بعد محمد بن خلیل نے اپنی حکومت قائم کی۔اس دور کے بعد سینکڑوں برس تک طوران میں کوئی فساد نہیں ہوا بلکہ یہ علاقہ براہ راست خلافت عباسیہ سے مربوط رہا۔اس کے بعد دوسرا دور مغیرہ بن احمد کے اقتدار سے 340ھ/952ء کی حدود میں شروع ہوا جو 471ھ/1079ء میں سلطان غیاث الدین غوری کے حملہ پر ختم ہوا اور یہ علاقہ دولت غوریہ کا ایک حصّہ بن گیا۔[46]

ان حالات میں مملکت طوران کے اندر کسی قابل ذکر ترقی کا پتہ نہیں چلتا، نہ حکمرانوں نے کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا اور نہ عوام میں خیر وخوبی پیدا ہو سکی۔یہاں پر بھی مکران کی طرح مقامی زبان کے علاوہ بلوچی اور فارسی سمجھی جاتی تھی۔مکران کے علاقہ طوران میں بھی خارجی مسلمانوں کی آبادی تھی۔غیر مسلموں میں زیادہ بدھ مذہب کے افراد ملتے ہیں مسلمانوں اور ہندوؤں وغیرہ کے لباس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ الاصطخری کے مطابق طوران کے مسلمانوں اور کافروں کا لباس اور سر کے بال بڑھانے اور لٹکانے کا طریقہ ایک ہی قسم کا تھا۔ان کا عام لباس چادر اور تہبند تھا کیونکہ ان کے یہاں گرمی بہت سخت ہوتی تھی۔[47]

**نتائج بحث**

1۔ ہندوستان میں عرب حکمرانوں کی حکومت کا زمانہ ہے جس میں خلافت عباسیہ کی زیر نگرانی ان حکومتوں کا قیام ہوا۔اس مدت میں ان حکومتوں نے ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب وثقافت کے لیے زمین ہموار کی اور ہندوستان کو اسلامی دنیا کا ایک خاص جزو بنایا۔

2۔ ہباری حکمرانوں نے ملکی انتظام میں وہ قابلیت دکھائی جس نے عوام کے دلوں کو ان کی طرف کھینچ لیا۔اور وہ دوسرے حکمرانوں کے مقابلے میں ہباریوں کو چاہنے لگے ، وہاں خطبہ عباسی خلفاء کا جاری رہا ۔ یہی سبب ہے کہ (247ھ۔416ھ/862ء۔1026ء) تک کی 169 سالہ مدت حکومت میں کسی چھوٹی بڑی شورش کا ذکر نہیں ملتا. ہباریوں کے حسن انتظام کی وجہ سے سب لوگ خوش تھے۔ان کو اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں تھیں وہ دور ہوگئیں بلکہ بعض راجوں نے براہ راست اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی۔

3۔ قدیم ہندو حکومت سلاطین منصورہ کی اطاعت میں تھی۔ان دونوں مقاموں کے راجے اپنے مرکز کی ماتحتی میں حکومت کرتے تھے لیکن مسلمانوں کا حاکم الگ ہوا کرتا تھا جو ان کے تمام معاملات دینی اور دنیوی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔جس طرح مہاراجگان بلہرا کی حکومت میں ان کی طرف سے تھانہ، چیمور، سوپارہ وغیرہ میں مسلمان حاکم و قاضی مقرر ہوا کرتا تھا جسے ہنرمن (ہنرمند) کہتے تھے اور جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ملتان سے متصل غیر مسلم حکومت قنوج میں جو کہ ملتان کی اطاعت وامان میں تھی مسلمان نہایت اچھے طریقے سے رہتے تھے۔

4۔ مکران کے عام مسلمان خارجی عقیدہ کے تھے اس دور میں مسلمانوں میں قابل ذکر علمی اور دینی زندگی کا ذوق نہیں تھا، زبان فارسی ،مکرانی اور بلوچی تھی۔ طرز زندگی عام طور سے ہندوانہ تھا یہاں تک کہ وہ ہندوؤں کی طرح کان بھی چھدواتے تھے۔

5۔ طوران کے سلاطین کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع سے آخر تک ان کے یہاں نہ کوئی ذمہ دار حکومت تھی اور نہ کوئی باقاعدہ حکمران تھا۔ بلکہ اس کٹھن علاقہ میں جس فرد کا بس چلتا تھا وہ اپنی حکومت قائم کرلیتا تھا۔ یہاں کے متغلبین کے دو دور ہیں ایک وہ جس میں رؤسائے عرب قندابیل پر قابض ہوگئے۔ جنہیں عمران بن موسیٰ برمکی نے ختم کیا اور اس کے بعد محمد بن خلیل نے اپنی حکومت قائم کی۔اس دور کے بعد سینکڑوں برس تک طوران میں کوئی فساد نہیں ہوا بلکہ یہ علاقہ براہ راست خلافت عباسیہ سے مربوط رہا۔اس کے بعد دوسرا دور مغیرہ بن احمد کے اقتدار سے 340ھ/952ء کی حدود میں شروع ہوا جو 471ھ/1079ء میں سلطان غیاث الدین غوری کے حملہ پر ختم ہوااور یہ علاقہ دولت غوریہ کا ایک حصّہ بن گیا۔ان حالات میں مملکت طوران کے اندر کسی قابل ذکر ترقی کا پتہ نہیں چلتا۔ مکران کے علاقہ طوران میں بھی خارجی مسلمانوں کی آبادی تھی۔ غیر مسلموں میں زیادہ بدھ مذہب کے افراد ملتے ہیں مسلمانوں اور ہندوؤں وغیرہ کے لباس میں کوئی فرق نہیں تھا۔

## حوالہ جات

1. بلاذری، احمد بن یحییٰ ابوالحسن: فتوح البلدان، ( بیروت، لبنان، ادارہ کتب العلمیہ، 1983)، ص431
2. ایضاً، 263
3. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ( کراچی، مکتبہ عارفین رقیہ بلڈنگ پاکستان چوک، س۔ن)ص29
4. ایضاً، 30
5. ایضاً، 21
6. موجودہ سندان مہاراشٹر اور گجرات کے درمیان بمبئی سے شمال کی طرف 145 کلو میٹر پر اور سورت سے جنوب کی طرف 118 کلو میٹر پر ایک معمولی اسٹیشن ہے۔ قدیم مؤرخین نے اسے سندان لکھا ہے لیکن آج کل مقامی زبان میں اسے سنجان کہا جاتا ہے، ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں اسے سنجان لکھا ہے اور اسے جھالہ وارہ کلاں کا پرگنہ بتایا ہے، کہ یہ پرانے زمانے میں ہندوستان کا مشہور شہر اور بندر گاہ تھا اور یہاں بحری تجارت کی عالمی منڈی تھی۔ (ابوالفضل: آئین اکبری 115/2)سندان کی عربی حکومت کا ذکر اسلامی تاریخوں میں نہ ملنے کا سبب یہ ہے کہ اس کا وجود وعدم آغاز اسلام میں ہوا جبکہ اس وقت مسلمانوں کا عمل دخل زیادہ سندھ میں تھا اور ہندوستان کا یہ علاقہ کئی کوششوں کے باوجود وہ فتح نہیں کر سکے تھے۔ دولت ماہانیہ سندان کے زوال کے چند سالوں بعد سلیمان تاجر (852ء/237ھ) اور ابوزید سیرانی (878ء/264ھ) نے ہندوستان اور چین کے حالات تحریر کیے ہیں لیکن انہوں نے اس حکومت کا ذکر اپنی کتابوں میں نہیں کیا حالانکہ راجا بلسرا کا ذکر ملتا ہے جس کی حدود مملکت میں یہ حکومت قائم ہوئی تھی اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ جغرافیہ نویس اسے جانتے نہیں تھے بلکہ ہندوستان اور سندھ کی دوسری چار عرب حکومتوں کی طرح سندان کی اس ایک عرب حکومت کو بھی انہوں نے قابل ذکر نہیں سمجھا کیونکہ جب انہوں نے اپنے عہد کی ان حکومتوں کا ذکر نہیں کیا تو ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایک مختصر حکومت ان کے نزدیک زیادہ اہمیت کی حامل نہیں تھی۔( قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص35)

7. فضل بن ماہان کے سندان میں حکومت کرنے کی تاریخ بلاذری کے اس بیان سے پتہ چلتی ہے جس میں مامون کی طرف ہاتھی تحفہ بھیجنے کا تذکرہ ہے، اور مامون کی خلافت کے زمانہ (198۔218ھ) تک ہے لہذا خیال یہی کیا جاتا ہے کہ فضل نے اس زمانہ سے کچھ پہلے یا اسی دوران اپنی ریاست قائم کی۔ (بلاذری: فتوح البلدان، ص433 )
8. بلاذری: فتوح البلدان، ص433
9. ایضاً، 45
10. ایضاً، 59
11. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص61 بحوالہ بزرگ ابن شہریار رامزی: عجائب الہند، ص123
12. حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ہبار بن اسود اسدی ایک صحابی تھے، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور مدینہ میں رہائش پذیر ہوئے حضور ﷺ کے بعد ملک شام چلے گئے وہ ایک بہادر آدمی تھے ان کی اولاد میں سے ایک شخص منذر بن زبیر ہبّاری بنوامیّہ کے دور میں 723ء/105ھ میں سندھ آکر آباد ہو گیا اس زمانہ میں یہاں کے سیاسی حالات میں کافی ابتری پائی جاتی تھی منذر بن زبیر نے سندھ سے نکل کر جزیرہ کے شہر قرقیسیا میں اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی اور اسے پھانسی ہو گئی۔ سندھ میں اس کا خاندان وقت بدلنے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے پوتے عمر بن عبدالعزیز منذر ہبّاری نے 861ء /247ھ میں خلیفہ متوکل کے قتل ہونے کے بعد فتنہ کے ابتدائی دور میں سندھ پر عمر بن عبدالعزیز منذر ہباری نے قبضہ کر کے منصورہ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ امام بن حزم (م1064ء /456ھ) نے اپنی کتاب میں عمر بن عبدالعزیز کے حالات میں لکھاہے کہ سندھ کی حکومت اس کی اولاد میں چلی، یہاں تک کہ اس کے خاندان کی حکومت ہمارے زمانے میں سلطان محمود بن سبکتگین کے زمانہ میں ختم ہوئی، اس کا دارالسلطنت منصورہ تھا ۔یقیناً اس حکومت کے خاتمے تک اس میں بے شمار حکمران گزرے ہوں گے لیکن ابن حزم نے کسی کا نام اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ (امام ابن حزم: جمہرۃ انساب القریش، ص118)
13. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص91
14. 885ء/271ھ میں موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز کے حکمران ہونے کا پتہ چلتا ہے یہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کا سگا بھائی تھا اور خلفائے عباسیہ سے اس کے تعلقات اچھے تھے۔ اس کا ذکر قاضی رشید بن زبیر نے اپنی کتاب میں لکھاہے کہ سندھ کے حاکم موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز ہباری نے 885ء/271ھ میں خلیفہ معتمد کی خدمت میں تحفہ بھیجا۔ (قاضی اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص91) دولت ہباریہ منصورہ کا چوتھا حکمران ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز گزرا ہے علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں اس کی حکومت کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں وہ لکھتا ہے کہ ملتان کی طرح میرا داخلہ منصورہ میں بھی اسی زمانہ 916ء/303ھ میں ہوا تھا اس وقت اس پر ابوالمنذر عمر بن عبداللہ حکمران تھا۔ مسعودی نے منصور میں قیام کے دوران ابوالمنذر کے دو بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا لیکن ان دونوں بیٹوں کے بارے میں یہ وضاحت نہیں ملتی کہ منصورہ کے تخت وتاج سے ان کا کیا تعلق تھا اور یہ دونوں سندھ کے حکمران تھے یا نہیں لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ ان دونوں نے بھی حکومت کی ہو گی۔ (مسعودی، مروج الذہب 167/1) 988ء /377ھ میں یحییٰ بن محمد کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ منصورہ اور پورے اقلیم سندھ کا حکمران تھا، یہ یحییٰ بن محمد اسی محمد کا بیٹا تھا جسے مسعودی نے ابوالمنذر عمر بن عبداللہ ہباری کا بیٹا بتایا ہے اور اس کا سلسلہ نسب یوں ہے یحییٰ بن محمد بن عمر بن عبداللہ بن عبدالعزیز ہباری قریشی۔ 1026ء/416ھ میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں دولت ہباریہ کا خاتمہ ہوا۔ سندھ اور ملتان کی دوسری خود مختار حکومتوں کی طرح منصورہ کی ہباری حکومت بھی سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں: ''عمر بن عبدالعزیز ہباری کی اولاد سندھ پر حکمران رہی یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں بعہد سلطان محمود غزنوی

ان کی حکومت ختم ہو گئی" (امام ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص118) علامہ ابن اثیر اور علامہ ابن خلدون دونوں نے محمود غزنوی کے ہاتھوں اس حکومت کے خاتمہ کا ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کہ آخر 1026ء /416ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔( ابن اثیر: الکامل فی التاریخ،( بیروت، دار الفکر،1978) 119/4)

15. ہباری حکومت کی وسعت کا اندازہ مسعودی کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ماتحت تین لاکھ گاؤں اور بستیاں تھیں:" حکومت منصورہ سے جن بستیوں اور اور دیہاتوں کا تعلق ہے ان کی تعداد تین لاکھ ہے جن میں کھیتی باڑی، درخت، باغات اور ملے جلے دیہات اور آبادیاں ہیں"(مسعودی، ابو الحسن علی بن الحسین بن علی: مروج الذھب و معادن الجوھر ( بیروت، دار الکتب العلمیہ،1986) 168/1) یہ خشکی اور آبادی کی وسعت تھی جبکہ بحری علاقوں کی وسعت کا یہ حال تھا کہ دیبل سے لے کر سوپارہ اور چیمور تک کا پورا ساحل ہبّاری حکمرانوں کے ماتحت تھا اس طرح وہ امام سندھ کے خشک و تر کے مالک تھے، ابو دلف نے یحییٰ بن محمد صاحب منصورہ کے بارے میں اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے: ویملک السند کلہ برہ و بحرہ" وہ پورے سندھ پر مع خشک و تر کے قابض تھا"(یاقوت حموی، شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ: معجم البلدان ( بیروت، دار بیروت للطباعۃ والنشر، 1951) 419/5)

16. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص113 بحوالہ ابن حوقل: کتاب صورالارض 82

17. ایضاً

18. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص149 بحوالہ شفاء الغرام باخبار البلد الحرام 117/1، مطبوعہ مصر 1956

19. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص121، 93

20. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص148 بحوالہ طاہر مقدسی: احسن التقاسیم، ص33

21. یاقوت حموی: معجم البلدان 419/5

22. مسعودی: مروج الذھب 167/1

23. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص148 بحوالہ طاہر مقدسی، احسن التقاسیم

24. سید ہاشمی فرید آبادی: محمد بن قاسم سے اورنگزیب عالمگیر تک،( لاہور، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ،1989) ص108

25. دولت سامیّہ ملتان( 894-971)(280ھ-360ھ) قبیلہ قریش میں اوپر کے سلسلہ میں فہر نامی ایک مشہور شخص ہے اس کا لقب قریش ہے جس سے پورا قبیلہ مشہور ہے، اس کا پوتا لوئی بن غالب بن فہر ہے، جس سے کئی قریش خاندانوں کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ لوئی بن غالب کے سات بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام سامہ تھا اسی سامہ بن لوئی سے ملتان کے سامی حکمران تھے۔ سامہ بن لوئی نے مکہ سے نکل کر عملان میں سکونت اختیار کی، وہیں وفات پائی اور اس کی اولاد نے وہیں سکونت اختیار کی ۔و اما سامۃ بن لوئی فوقع بعمان و ھلک بھا فولدہ ھناک (ابن قتیبہ : کتاب المعارف، ص32، طبع یورپ 1353ھ)"سامہ بن لوی عمان چلا گیا، اور وہیں فوت ہوا پس اس کی اولاد عملان میں رہی" قبیلہ قریش کے افراد ان کو اپنے قبیلے کا تسلیم نہیں کرتے تھے جیسا کہ ابو الفرج کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ھکذا یدعون وقریش تدفعھم عن النسب و تسمیھم بنی ناجیہ وینسبون الی امھم ناجیہ و ھی امراۃ سامہ بن لوئی (ابو الفرج اصفہانی: الاغانی، ص315) "اس طرح یہ لوگ اپنے نسب کا دعوی کرتے ہیں مگر قریش ان کو اپنے قبیلہ سے تسلیم نہیں کرتے اور ان کو بنی ناجیہ کہتے ہیں اور ان کی ماں ناجیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو سامہ بن لوئی کی بیوی تھی" عملان میں بنو سامہ نے بہت ترقّی کی، ان کے اندر کئی ارباب اقتدار و سیاست اور صاحب فضل و کمال پیدا ہوئے، چنانچہ ان میں محدث، شاعر، حاکم اور سرکاری عہدوں کے مالک ملتے ہیں بنو سامہ بنو ناجیہ کے نام سے مشہور ہوئے اسلامی سیاست و حکومت میں پہلی دفعہ ان کی اجتماعی طاقت حضرت علی کی معیت میں ظاہر ہوئی، جس کا خاتمہ آپ سے علیحدگی کی صورت

مکران اور سندھ سے بہت پرانے تھے اگرچہ عمان کی آبادی کی اکثریت بنوازد کی تھی لیکن بنو سامہ بھی وہاں اقتدار کے مالک رہے۔ ہندوستان اور عمان کے درمیان بحری اسفار پرانے زمانوں سے جاری تھے خاص طور سے سندھ سے قریبی علاقے عمان اور بحرین کے درمیان آمد و رفت تھی لیکن دور اسلام میں ان کا تعلق ہندوستان سے خریت بن راشد ناجی کی مکران میں آنے سے شروع ہوا۔ خریت بن راشد ناجی نے 657ء/36ھ میں حضرت علی کے امیر معقل بن قیس کے ساتھ ایک مقابلے میں شکست کھانے کے بعد مکران کا رخ کیا۔ 50ھ کے بعد سامی خاندان کے ایک شخص حمیم بن سامہ سامی کے ہندوستان میں اقتدار کا پتہ چلتا ہے کہ حمیم بن سامہ محمد بن حارث علافی کے ہمراہ سندھ آیا اور جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو یہ آدمی راجہ جے سنگھ کی پناہ میں برہمن آباد چلا گیا اور جب راجہ جے سنگھ کشمیر بھاگا تو حمیم بھی اس کے ساتھ رہا، کشمیر کے راجہ نے جے سنگھ کو ایک علاقہ کی حکومت دی جہاں وہ حکومت کرتا رہا جے سنگھ کی چونکہ کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اس کی وفات کے بعد حمیم اس کی جاگیر کا حاکم بن گیا اور یہاں اس کی اولاد مدتوں حکومت کرتی رہی، حمیم بن سامہ سامی کے ایک سو سال بعد بنو سامہ کے غلام فضل بن ماہان نے سندھ سے گزر کر ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی۔ دوسری دفعہ ان کا غلبہ 200ھ میں موصل کے اندر بنو ثعلبہ اور حاکم موصل کے مقابلہ میں ہوا۔ جس میں بنو سامہ نے بنو ثعلبہ کو دو دفعہ شکست دے کر فتح پائی اور تیسری دفعہ خلیفہ معتضد 900ء۔893ء کے دور میں ان کا غلبہ اس طرح سے ظاہر ہوا کہ عمان میں خوارج کی شورش کو ختم کرنے کے لیے خلیفہ معتضد نے عمان کے بنو سامہ کے ایک سردار محمد بن قاسم سامی کو ہر قسم کی مدد دے کر خوارج کے مقابلہ کے لیے تیار کیا جس نے خوارج کو شکست دے کر عمان میں اپنی حکومت قائم کر لی اور بنو عباس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ (قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص205۔207)

میں 659ء/38ھ میں واقعہ تحکیم کے بعد ہوا۔ عمان سندھ اور مکران سے چونکہ کچھ زیادہ دور نہیں لہٰذا عمان کے بنو سامہ کے تعلقات

26. ابن رستہ نے لکھا ہے کہ ملتان کے حکمران بنو منبہ ہیں جو سامہ بن لوئی کی نسل سے ہیں اور پورے بیان میں محمد بن قاسم بن منبہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ حکمران کا ذکر قوم اور جماعت کے انداز میں کیا ہے لیکن مسعودی نے ایک حکمران شخصیت کا تذکرہ کنیت اور نسبت کے ساتھ کیا ہے اور حکومت کو قدیم اور موروثی بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں یہ حکومت جمہوری قسم کی ہو جس میں محمد بن قاسم حاکم تھا، بعد میں اس کے بیٹے اسد کے پاس حکومت آئی اور پھر اسد کے بیٹے ابو اللہاب منبہ قریشی نے حکومت سنبھالی اس طرح یہ حکومت شخصی بن گئی لیکن اس وقت بھی جمہوری روح باقی تھی اور جب ہندوستان کے راجے ملتان پر حملہ کرتے اور مسلمان ان کے مقابلے میں عاجز ہوتے تو سب مل کر وہاں کا بت خانہ توڑنے اور بت کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتے جس سے وہ واپس چلے جاتے تھے۔ اس بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں اس وقت ملتان کی سامی حکومت دشمن کے مقابلے میں کمزور ہو گئی تھی اور جب یہاں کے حکمران عاجز ہو جاتے تو دھمکیاں دینا شروع کر دیتے حالانکہ اس سے پہلے ابن رستہ کے بیان کے مطابق بنو سامہ باہر نکل کر باقاعدہ ان سے مقابلہ کرتے تھے اور اپنی طاقت کی وجہ سے ان پر فتح پاتے تھے۔ (قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص217 بحوالہ ابن رستہ: اعلاق النفیسہ، ص135، لیڈن)

27. یاقوت حموی: معجم البلدان 491/5

28. مسعودی: مروج الذہب 427/1

29. ایضاً 1/165

30. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص250،245

31. ابن حوقل، بغدادی، صورالارض بحوالہ رجال السند والہند، (مطبع لیڈن) ص426 یہ تحریر ملتان میں بنو سامہ کی حکومت کی آخری خبر ہے اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کی حکومت وہاں سے ختم ہو گئی۔ اسی زمانہ میں عمان میں بھی بنو سامہ زوال پذیر ہوئے اور دونوں ملکوں میں ان کے پرانے مخالف اسمٰعیلیہ اور

رافضیہ نے ان کو ختم کر دیا لیکن چند سال بعد وہ بھی زوال کا شکار ہو گئے، عمان پر خوارج نے قبضہ کر لیا اور ملتان پر سلطان محمود غزنوی نے اقتدار حاصل کر لیا۔ بنو سامہ کے بعد ملتان کے اسمٰعیلی شیعی حکمرانوں میں سب سے پہلا نام جلم بن شیبان کا ملتا ہے کہ ادریسی خلیفہ معزنے ہندوستان میں اپنا ایک مبلغ بھیجا جس نے یہاں کے مجوسیوں کو ان کے مذہب سے نکالا لیکن اس مبلغ نے ان کے کچھ غیر اسلامی عقائد کو برقرار رکھا پھر معز(965ء/354ھ) نے دوسرے داعی جلم بن شیبان کو یہاں پر اپنا داعی وامیر بنا کر بھیجا یہ داعی جلم بن شیبان حاکم سندھ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور بت خانہ گرا کر وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی یہ واقعہ 986ء-1007ء(375ھ-397ھ) کے درمیان کا ہے۔(البیرونی، ابوریحان: کتاب الہند( لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ،1965) ،ص159) اس کے بعد دوسرے اسمٰعیلی شیخ حمید کا نام ملتا ہے اس کا زمانہ 963ء-1000ء(390ھ-351ھ) کے درمیان کا ہے لیکن یہ صرف داعی تھا، حکمران نہیں تھا شیخ حمید کے بیٹے نصر بن حمید باطنی حکمران نہیں تھا بلکہ اس کا بیٹا ابوالفتوح داؤد بن نصر بن حمید باطنی کے ملتان پر حکومت کا تذکرہ موجود ہے جسے 1006 (396ھ) میں محمود غزنوی نے شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا۔(ابن اثیر: تاریخ الکامل 64/2۔ابن خلدون، عبدالرحمٰن: التاریخ( مترجم حکیم احمد حسین الہ آبادی) ( کراچی، نفیس اکیڈمی اردو بازار، 1988 ) 366/4)

32. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص236

33. طاہر مقدسی: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم(ترجمہ بعنوان، ہندوستان عربوں کی نظر میں، مولانا مسعود علی ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ، 1960)، ص480، اموی دور میں بنو سامہ عمان سے اٹھے اور ملتان تک کے حاکم بن گئے پھر تاریخ نے ان کو ملتان سے اپنی حکومت کی بساط لپیٹنے پر مجبور کیا لیکن عمان میں یہ لوگ کسی نہ کسی انداز میں امارت و سیادت کے مالک رہے یہاں تک کہ آج بھی عمان میں وہ امارت و حکومت کی شان رکھتے ہیں۔ ( قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص238 حوالہ اسعاف الاعیان فی انساب اہل عمان، ص21،18)

34. البیرونی: کتاب الہند، ص159

35. بلاذری: فتوح البلدان، ص421 ، زیاد بن ابی سفیان نے قبیلہ ازد کے راشد بن عمرو جدیدی کو ان اطراف کا حاکم بنایا جس نے مکران آنے کے بعد قیقان (کیگان، علاقہ قلات) کو فتح کیا۔ سنان کی انتظامی قابلیت کو دیکھ کر زیاد نے راشد کی موجودگی ہی میں ہی اسے مکران کی حکومت دے دی سنان نے دو سال تک بحسن خوبی ملکی انتظامات چلائے جس کی وجہ سے مکران ایک عرصہ تک اموی عمال کے لے لیے پر امن رہا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے عراق کی گورنری سنبھالنے کے بعد سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران اور اس کے اطراف کا حاکم بنا کر بھیجا لیکن اس دوران مکران کے حالات خراب ہو چکے تھے، سعید کو آتے ہی ایک بغاوت کا سامنا کرنا پڑا جس میں اسے ناکامی ہوئی، معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی دو بھائیوں نے مل کر سعید کے خلاف بغاوت کر دی جس میں سعید بن اسلم مارا گیا اور یہ دونوں بھائی مکران پر قبضہ کر لیا، جب حجاج بن یوسف کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے اسی سال 85ھ میں مجاعہ بن سعر تمیمی کو یہاں کا عامل بنا کر بھیجا مجاعہ نے جنگ کر کے مکران پر قبضہ کر لیا اور دونوں علافی بھائیوں نے الور میں جا کر پناہ لی۔ مجاعہ نے مکران سے علافیوں کو نکال کر اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور یہاں کی کھوئی ہوئی مرکزیت کو بحال کیا۔ مجاعہ کی وفات کے بعد اس کے کارناموں کی تکمیل محمد بن قاسم نے کی۔( قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص258،256)

36. مکران کسی خاص شہر یا مقام کا نام نہیں بلکہ پورے ساحلی علاقے کا نام ہے( قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص، 258)

37. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص258

38. ابو دلف: معجم البلدان 132/8 عیسیٰ بن معدان مکران کا پہلا متغلب اور شخصی حکمران تھا جس نے اپنے غلبہ واقتدار سے اپنی حکومت قائم کی وہ خلفائے عباسیہ کے نام کا خطبہ نہیں پڑھتا تھا اور نہ ہی سندھ کے دیگر متغلبین کی طرح یہ کسی کی اطاعت وامان میں تھا۔ عیسیٰ بن معدان کسی مشہور خاندان سے تعلق

نہیں رکھتا تھا اور غلبہ واقتدار سے پہلے وہ کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتا تھا۔اس کے باوجود اس نے اپنی ذاتی قابلیت سے مکران میں کامیاب حکومت قائم کی (قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص258)

39. ابن اثیر: تاریخ الکامل 143/9

40. ابن خلدون: التاریخ، 380/4

41. بنو الحسین کے چار بیٹے محمد، شوری، حسین شاہ اور سام تھے محمد کے بعد اس کا بھائی حسین شاہ پھر شوری اور پھر علاء الدین غوری بادشاہ ہو کر 1064ء/456ھ میں فوت ہوا۔ پھر اس کا بھتیجا ابو الفتح غیاث الدین غوری تخت غزنی پر بیٹھا اور اسی غیاث الدین غوری نے مکران اور طوران کی حکومتوں کا خاتمہ کیا۔(الاصطخری: المسالک والممالک، ص17)

42. ایضاً

43. الاصطخری: المسالک والممالک، ص177، طوران کا علاقہ دور معاویہ میں فتح ہوا، سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی نے قصدار (خضدار) فتح کر کے دو سال تک پورے سندھ پر حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ سنان کے بعد جب مقامی لوگوں نے بغاوت کرنا شروع کی تو زیاد بن ابی سفیان نے منذر بن رجاء کو یہاں کا حاکم بنایا، جس نے قصدار (خضدار) دوبارہ فتح کیا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور (753-775ء) نے سندھ پر ہشام بن عمرو تغلبی کو مامور کیا جس نے یہاں شاندار فتوحات کیں اور سب اہم کام جو کیا وہ یہ کہ قندابیل (سندھ کا مشہور شہر) پر جن عرب خاندانوں نے غلبہ کے ذریعے قبضہ کر رکھا تھا ان کو وہاں سے نکال کر مرکز خلافت بغداد سے وابستہ کر دیا اس کے بعد عرصہ دراز تک قندابیل اور طوران کا پورا علاقہ خلافت عباسی کی عملداری میں رہا۔ لیکن خلیفہ معتصم (842-895ء) کے زمانے میں محمد بن خلیل نامی ایک فرد نے قندابیل میں اپنی حکومت قائم کر لی جسے معتصم کی اجازت سے سندھ کے عباسی حاکم عمران بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی نے اس سے مقابلہ کیا اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے اپنے مرکز قصدار (خضدار) بھیج دیا۔(بلاذری: فتوح البلدان، ص431)

44. ابن حوقل: صور الارض بحوالہ رجال السند والہند، ص285۔ 995ء/384ھ کے اوائل میں امیر طغان نے بست پر قبضہ کر لیا اور جب ایک دوسرے امیر ابو ثور نے اس پر قبضہ کرنا چاہا تو امیر طغان نے مدد کے لیے سبکتگین کو پکارا اور اطاعت و باجگذاری کا وعدہ کیا چنانچہ سبکتگین نے امیر طغان کی مدد کر کے بست فتح کیا اس کے بعد قصدار پر قبضہ کر کے یہاں کے بادشاہ کو سامانی بادشاہ کا باجگذار بنایا۔اس زمانہ میں سبکتگین ملوک سامانیہ کی طرف سے ہندوستان میں جنگ کر رہا تھا، چنانچہ اسی سال 995ء/384ھ میں امیر نوح بن منصور سامانی نے سبکتگین کو ہندوستان سے بلا کر خراسان کا حاکم بنایا، قصدار پر سبکتگین کی یہ یورش اسی خلیفہ خارجی کے دور حکومت میں ہوئی۔(ابن خلدون: التاریخ 360/4)

45. ابن خلدون: التاریخ، 399/4

46. قاضی اطہر مبارکپوری: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص290

47. الاصطخری: المسالک والممالک، ص177